خلاصہ جات: اُردو لازمی   سالِ اول

ترتیب و تالیف: کاشف بشیر کاشفؔ (ایم۔ فل اُردو)

0333-6912300

سبق نمبر 14: اور آنا گھر میں مرغیوں کا

(خلاصہ)

مشتاق احمد یوسفی اردو کے معروف مزاح نگار تھے۔ یوسفی بہت سے قومی اور بین الاقوامی مالیاتی اداروں کے صدر بھی رہے۔ سنہ 1999ء میں حکومت پاکستان کی جانب سے انھیں ستارہ امتیاز ملا، پھر سنہ 2002ء میں نشان امتیاز سے نوازا گیا۔ وہ کم مگر معیاری لکھتے تھے۔ معروف ادیب اور کالم نگار عطا الحق قاسمی کہتے ہیں کہ: "ہم آج بھی مزاح کے عہد یوسفی میں جی رہے ہیں۔"

اشارات

1۔ ہمسائے اور مصنف میں عرض و معروض
2۔ مصنف کے مرغ بانی پر اعتراضات
3۔ ہمسائے کی مرغ بانی کے فضائل پر تقریر
4۔ پولٹو جانوروں کے بارے میں مصنف کی رائے
5۔ مرغیوں اور چوزوں کی فطرت
6۔ تعلیم یافتہ احباب اور شعرا کی خوش فہمی
7۔ مرغ کی آواز
8۔ بارش میں مصنف کی گھر آمد
9۔ مرغی کی خوراک اور اثر نفوذ
10۔ ڈربے اور مرغ کے بارے میں مصنف کی رائے
11۔ مصائب کے ماروں کو مرغ بانی کا مشورہ

مصنف کا نام: مشتاق احمد یوسفی

کچھ بھی ہو، میں گھر میں مرغیاں پالنے کا روادار نہیں۔ میرے خیال میں مرغیوں کا صحیح مقام پیٹ اور پلیٹ ہی ہے۔ میں نے ہمسائے سے کہا تو وہ بولے اس میں میری طرف سے پتیلی کا اضافہ کر لیجیے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے ہاں کوئی مرغی عمر طبعی کو نہیں پہنچ پاتی۔ ہماری ضیافتوں میں میزبان کے اخلاص و ایثار کا اندازہ مرغیوں اور مہمانوں کی تعداد اور ان کے تناسب سے لگایا جاتا ہے۔ میں نے جواب دیا تو وہ بولے: یقیناً انسان روٹی پر ہی زندہ نہیں رہتا۔ اسے مرغ مسلم کی بھی خواہش ہوتی ہے۔ اگر آپ کا عقیدہ ہے کہ خدا نے مرغی کو محض انسان کے کھانے کے لیے پیدا کیا تو مجھے اس پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ میں تو انڈے کو بھی دنیا کی سب سے بڑی نعمت سمجھتا ہوں۔ تازہ خود کھائیں اور گندے ہوٹلوں اور سیاسی جلسوں کے لیے دگنے داموں بیچیے۔ سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ پھوہڑ سے پھوہڑ عورت کسی طرح بھی پکائے یقیناً مزے دار پکے گا۔ آملیٹ کو بگاڑنے کے لیے غیر معمولی سلیقہ اور صلاحیت درکار ہے۔ میں نے کہا: اگر مرغیاں کھانے پر اتر آئیں تو یہ نسل ختم ہو جائے گی۔ وہ بولے: مرغیوں کی تعداد دو اور دو چار نہیں، چالیس کے حساب سے بڑھتی ہے۔ پھر حساب کر کے دس مرغیوں کو کروڑوں تک پہنچا دیا۔ مگر یہ سب کھائیں گی کیا؟ میں نے پوچھا تو وہ مسکرا کر بولے: اس طائر لاہوتی کی خوبی یہی ہے کہ اپنا رزق آپ تلاش کرتا ہے۔ اگر مرغیاں پالنا اس قدر آسان و نفع بخش ہے تو آپ اپنی مرغیاں مجھے کیوں دینا چاہتے ہیں۔ میں نے سوال کیا تو وہ بولے: میرا مکان مختصر ہے۔ کل کچھ عزیز چھٹیاں گزارنے آ رہے ہیں۔ اس لیے مرغیاں آپ کو دینے آیا ہوں۔

دوسرے دن ان کے نصف مکان میں عزیز اور ہمارے گھر میں مرغیاں آ گئیں۔ ۔میری سادہ لوحی دیکھیے کہ میں سمجھتا تھا کہ ہر پالتو جانور اپنے مالک سے مانوس ہو جاتا ہے۔لیکن یاد رہے کہ مہینوں کی نگہداشت کا بھی مرغیوں پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔گھوڑا، ہاتھی، کتا، سب اپنے مالک کو پہنچاتے ہیں۔سانپ بھی سپیرے سے ہل جاتا ہے، مگر مرغیاں کبھی اپنے مالک سے مانوس نہیں ہوتیں۔میں یہ نہیں کہتا کہ مالک کو دیکھتے ہی مرغیاں اپنے انڈے اُس کے حوالے کر دیں، یا چوزے مالک کے قدموں میں لوٹیں، مگر یہ بھی تو مناسب نہیں کہ مرغیاں اپنے فطری تعصب کی وجہ سے ہر مسلمان کو اپنے خون کا پیاسا سمجھیں۔تعلیم یافتہ احباب اور شعرا میں ایک عام خوش فہمی پائی جاتی ہے کہ مرغ صرف صبح کے وقت ہی اذان دیتے ہیں۔لیکن میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ یا تو میں اس وقت سوتا ہوں، جب مرغ کے اذان دینے کا وقت ہوتا ہے یا مرغ اس وقت اذان دیتا ہے جب خدا کے گنہ گار بندے سوئے ہوتے ہیں۔مرغ کی آواز اس کی جسامت سے سوگنا زیادہ ہے۔اگر گھوڑے کی آواز بھی اسی تناسب سے ہوتی تو قدیم جنگوں میں توپ چلانے کی ضرورت نہ پڑتی۔کفایت شعار لوگ ہمسائیوں کی سحر خیزی کے لیے الارم والی ٹائم پیس خریدنے کی بجائے مرغ پال لیتے ہیں۔بزرگوں کے بقول صبح دم چڑیوں کا چہچہانا اور مرغ کی اذان دراصل عبادت ہے۔مرزا عبدالودود بھی مرغ کی اذان کو رب کی حمد و ثنا قرار دیتے ہیں۔اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اتنے عبادت گزار پرندے کو لوگ شوق سے کیوں کھاتے ہیں۔ ایک دن موسلا دھار بارش میں گھر پہنچا تو میرے پلنگ کی سفید چادر پر جا بجا پنجوں کے تازہ نشان تھے۔میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا اور میں نے بیوی سے کہا کہ گھر میں مرغیاں رہیں گی یا میں ۔ بیگم صاحبہ آب دیدہ ہو کر بولیں: اس بارش میں آپ کہاں جائیں گے ؟ آپ چاہے مرغیوں کو موتی چگائیں، یہ کیڑے مکوڑے کھانے سے باز نہیں رہ سکتیں۔اس خوراک کا اثر انڈے کی زردی میں نہ ہو یہ ہر گز ممکن نہیں۔موپساں کے افسانے کا ہیرو اگر انڈے کی زردی سے مرغی کی خوراک کا اندازہ لگا سکتا ہے تو کوئی انوکھی بات نہیں۔ہمارے ہاں کئی قیافہ شناس تو بوٹی چکھ کر بکرے کے چارے کا حال بتا سکتے ہیں۔اسی لیے بعض والیان ریاست بھینسوں کو بادام اور پستے کھلاتے تھے تاکہ دودھ پی کر کوئی یہ نہ کہ سکے کہ دودھ ہے۔یہ خیال بھی غلط ہے کہ مرغیاں ڈربے میں رہتی ہیں۔میں نے اپنے ڈیڑھ سالہ تجربے کے دوران غسل خانے سے انڈے اور کتابوں کی الماریوں سے چوزے نکلتے دیکھتے ہیں۔یوں بھی ہوا کہ میں نے ٹیلی فون کا ریسور اٹھایا۔میرے ہیلو کہنے سے پہلے مرغ نے ٹانگوں کے درمیان کھڑے ہو کر اذان دی تو دوسری طرف سے سوری رانگ نمبر کہ کر فون بند کر دیا گیا۔جو لوگ دنیا کے غموں سے عاجز آ گئے ہیں، وہ مرغیاں پال لیں، پھر ایسے فتنے انھیں گے کہ انھیں اپنی گزشتہ زندگی جنت کا نمونہ معلوم ہو گی۔